ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مستنصر حسین کے ناولوں کے نسوانی کردار

(بہاؤ، راکھ)

کشف افتخار بھٹی

پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی یو لاہور

Abstract:

Bahau is a timeless novel by Mustansar Hussain Tarar. The ups and downs of the deteriorating civilization of the Ghaghra River are covered in this novel. The lifestyle and feelings of the people living on the banks of the Ghaghra have been sealed in a jar. A beautiful plot is set up with the help of characters. Female characters appear to be more dynamic than male characters. The aspects of political and social history are clear in the novel "Rakh" by Mustansar Hussain Tarar. The subject of this novel seems to include moral values and cultural values, but it covers the period from before the establishment of Pakistan to the present day. Covers. In this novel, Mustansar Hussain Tarar has presented many social and political events to the readers.

مستنصر حسین تارڑ کے اجداد کا تعلق گجرات کے قریب مصروف قصبے جو کالیاں سے ہے۔آپ یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ۱۹۲۸ء میں تلاش معاش کے سلسلے میں لاہور کارخ کیا۔ یہاں پر انھوں نے کسان اینڈ کمپنی کے نام سے سبزیوں اور بیجوں کی دوکان کھولی۔ان کا آبائی پیشہ کاشت کاری تھا۔ لیکن تارڑ کے والد چوہدری رحمت خان تارڑ اپنی براد ری کے پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے میٹرک کیا اور زرعی نوعیت کے ایک جریدے " کاشتکار جدید کا اجرا بھی کیا اور زراعت سے متعلق کم و بیش ہیں پچیس کتب تصنیف کیں جو اُردو میں علمِ زراعت کی اولین کتابیں تھیں۔ مستنصر حسین تارڑ چھ بہن بھائیوں میں پہلے نمبر پر ہیں۔آپ کے ماموں نے عباسی خلیفہ مستنصر کے نام پر اپنے بھانجے کا نام مستنصر رکھا۔آپ کی دادی آپ کا نام لعل خان رکھنا چاہتی تھیں۔ مشکل نام ہونے کی وجہ سے آپ کی نانی آپ کو تنصی" کہہ کر پکارتی تھیں۔ مستنصر حسین تارڑ کے دو بیٹے سلجوق تارڑ اور سمیر تارڑ ہیں۔ بیٹی کا نام قرۃ العین ہے جو کہ ڈاکٹر ہیں۔ بیٹوں کا تعلق پاکستان سول سروسز کے شعبوں کسٹم اور سفارتکاری سے ہے۔ بڑے بیٹے سلجوق تارڑ اقوام متحدہ میں سفیر ہیں، جبکہ چھوٹے بیٹے سمیر تارڑ کسٹمز میں ملازمت کرتے ہیں۔تارڑ نانا اور دادا دونوں منصبوں پر فائز ہیں۔اگرچہ تارڑ کے ناولوں میں نسوانی کرداروں کی بھرمار ہے لیکن تارڑ نے ایک ہی شادی پر اکتفا کیا۔ میمونہ تارڑ کے ساتھ اُن کی زندگی کا یہ سفر خوشحالی سے چلتا آرہا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کی شخصیت پر اُن کے والد کے گہرے اثرات ہیں۔آپ کی والدہ نواب بیگم بھی ایک سگھڑ خاتون تھیں اور اُن کے بے تکلف محاورے جو کہ پرندوں زمین اور درختوں کے متعلق ہوتے تھے۔اُن کا خاصا تھے۔ مستنصر حسین تارڑ کا خاندان جو کالیاں سے چیمبر لین روڈ اور پھر لکشمی مینشن لاہور میں قیام پذیر رہا۔ یہاں پر تارڑ کو سعادت حسن منٹو، معراج خالد، خورشید شاہد اور عائشہ جلال کی ہمسائیگی نصیب ہوئی۔اس کے بعد ان کا خاندان ۲۲ بے گلبرگ تھری میں منتقل ہو گیا۔ کچھ عرصہ قبل یہ مکان اکادمی ادبیات کو کرائے پر دے دیا گیا اور آپ کا خاندان ۲/ ۲۶۵ آر سیکٹر، فیز ۲۔ ڈی۔ ایچ اے منتقل ہو گیا۔ مستنصر حسین تارڑ نے اندرون لاہور کی مسجد تاجے شاہ سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ رنگ محل مشن سکول لاہور سے پہلی اور دوسری جماعت پاس کی۔ نارمل سکول گھکھڑ منڈی سے تارڑ نے تیسری اور چوتھی جماعت پاس کی، دوبارہ لاہور آکر رنگ محل مشن سکول سے پانچویں جماعت پاس کی۔اس کے بعد مسلم ماڈل سکول سے میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔اے کیا۔ سکول کے زمانے میں عمر فاروق مودودی کے مقابلے میں بزم ادب سیکرٹری کا انتخاب جیتا۔ گورنمنٹ کالج کے زمانہ طالب علمی میں کالج کے ہائیکنگ اور مونیٹرنگ کلب کے ساتھ وادی کش گنگا مہم کے لئے کشمیر گئے۔تارڑ کی تشکیل شخصیت میں اس واقعہ کا گہرا حصہ ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ناول "بہاؤ":

بہاؤ مستنصر حسین تارڑ کا لازوال ناول ہے۔دریائے گھاگھرا کی بنتی بگڑتی تہذیب کے اتار چڑھاؤ اس ناول میں سموئے ہوئے ہیں۔گھاگھرا کے کنارے بسنے والے لوگوں کے رہن سہن اور محسوسات کو ایک کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔کرداروں کی مدد سے ایک خوبصورت پلاٹ ترتیب دیا گیا ہے۔نسوانی کردار مرد کرداروں کی نسبت زیادہ متحرک دکھائی دیتے ہیں۔اس ناول کے نسوانی کردار مندرجہ ذیل ہیں۔

پا روشنی:

پاروشنی بستی کی ایک دردمند عورت ہے۔وہ اپنے کنویں سے ساری بستی کی جھنجھروں میں پانی بھرتی ہے۔ایک مخصوص شکل وصورت کی حامل پا روشنی بستی کی دوسری عورتوں سے قدرے مختلف ہے۔

"پاروشنی اپنی نسل کا خاص قدبت لیے ہوئے تھی۔ہلکا سیاہی مائل رنگ گھنگریالے اور بھورے بال جو ایک ستھرے گھونسلے کی طرح سر پر رکھے ہوئے تھے بھنویں اوپر کو اٹھی ہوئیں، ناک، چوڑی مگر اونچی، جڑا ازدا آگے کو نکلتا ہوا جیسے بھو کے جنور کا ہوتا ہے۔قدرت ایسا کہ کنگ کی فصل میں چلتے ہوئے پہلی نظر پر دکھائی نہ دے اور سروٹوں میں گم ہو جائے۔ہونٹ موٹے اور بھرے بھرے اور کو لیے پھنیر سانپ کے پھیلے ہوئے پھن کی طرح " (1)

پاروشنی کے اصل ماں باپ کا کوئی پتہ نہیں وہ دریا میں بہتی ہوئی آئی تھی جس کو مانی نے اُٹھالیا اور اپنے تینوں جھوریا بیٹوں سمیت پالتی رہی۔جوں جوں پا روشنی بڑی ہوتی گئی۔اُسے احساس ہوا کہ وہ ان تینوں جوان لڑکوں کے ساتھ ایک چھت تلے نہیں رہ سکتے۔پاروشنی نے اپنا ایک الگ چھپر بنالیا اور وہاں ایک کنواں بنا کر ساری بستی کو پانی پلانے لگی۔یہ پاروشنی کا فرض نہیں تھا۔لیکن وہ اپنی مرضی سے یہ کام کرتی۔دریا میں نہاتے ہوئے رواج کے مطابق بڑے پانی کی پہلی گونج جو ٹہنی کی صورت میں اُسے نظر آئی تو وہ اُسے چھپا گئی کیونکہ پانی آنے سے پہلے یہ اطلاع کسی کو دینے سے بڑے پانی واپس ہو جاتے تھے۔پاروشنی کی چھٹی حس اُسے بتا چکی تھی کہ بڑے پانی جو دیر سے آئے ہیں۔بہت جلد یہ بالکل بھی نہیں آئیں گے اور اُس کی یہ بات سچ ثابت ہوئی۔

پاروشنی ورچن سے محبت کرتی تھی لیکن وہ سمرو اور در چن دونوں میں فرق نہیں کر سکتی تھی۔وہ دونوں اُسے ایک جیسے محسوس ہوتے تھے۔پاروشنی کی شادی اگر چہ ورچن سے ہوئی تھی۔اور وہ پکلی کے ہاتھوں اپنے جسم پر بوٹے بنواکرایک درخت کی مانند دلہن بنی تھی لیکن پہلی رات ہی وہ جب اپنی مرضی سے کلراٹھی زمین پرگئی تو اس کے جس کی سردی کو دو چن نے بھی محسوس کیا اور وہ خود بھی اُس وقت جان گئی کہ سمرو ورچن سے کہیں آگے ہے۔ورچن نے اُسے کہہ دیا کہ وہ اس شب اس کی بیوی ہونے کے باوجود اس کے ساتھ نہیں ہے۔

"پکلی نے تیرے بدن کو ایک رکھ تو بنا دیا ہے پر میں اس میں جان نہیں ڈال سکا، یہ تو مری ہوئی مچھلی کی طرح ہے۔ہے تو مچھلی پر اوندھی ہو کر پانی پر تیرتی ہے۔" (2)

اس کے بعد پاروشنی سمرو کے پاس چلی گئی۔اُس نے مانی کے کہنے کے باوجود گھر کی ٹھنڈی رات میں گھاگھرا کے دوسرے کنارے اکیلے بچے کو جنم دیا جو کہ اُس وقت رویا نہ اور اسک جان زمین پر آنے سے پہلے ہی ختم ہوگئی۔اس مردہ بچے کو جننے کے بعد اس میں کسی جنسی ملاپ اور دوسرا بچہ پیدا کرنے کی آس نہ رہی۔وہ گھاگھرا کے کنارے گا گری کے ساتھ مل کر بھینے کے شکار کی کوشش بھی کرتی رہی اور گا گری کے مرنے کے بعد اس نے باقاعدہ طور پر بستی کو ماس کھلانے کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔گھاگرا کے مکمل سوکھ جانے کے بعد ور چن نے اُسے اس بستی کو چھوڑ جانے کے لیے کہا لیکن وہ نہ مانی اور کمزوری کے باعث اُس میں سانس لینے کی سکت نہ تھی لیکن وہ بستی چھوڑنے پر بھی راضی نہ ہوئی اور آدھ ٹھی گندم رکھنے پر ہی وہ اپنی زندگی کو محفوظ بھی تھی۔وہ در چن اور سرو دونوں کو قحط کے دنوں میں اپنی جمع کی ہوئی گندم سے روٹیاں کھلاتی تھی ار اس طرح خیال رکھتی تھی کہ جیسے اُن کی میا ہو۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

گاگری:

گاگری بستی والوں کے لیے پرندوں یا جانوروں کا شکار کرنے والی عورت ہے۔بستی والے اس کے عوض اسے فصل آنے پر کچھ اناج دے دیا کرتے تھے۔گاگری کا نشانہ ٹھکانے پر لگتا تھا اور اسی نشانے کی بدولت وہ بستی والوں کے لیے ماس اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھی۔

"بستی میں اور بھی ایسی تھیں جن کے مجسوں میں پھرتی پھڑکتی تھی۔پر یہ صرف گاگری میں تھا کہ وہ ہاتھ میں ڈنڈا لے کر جب پرندے کے پیچھے لپکتی تو وہ اڑان کہ نا بھول ڈنڈے کی چوٹ کھا پھر پھڑ اُس کے ہاتھوں میں آجاتا۔گاگری نے کئی مرتبہ چاہا کہ کوئی دوسرا بھی یہ کام سیکھ لے پر کوئی نہ سیکھ پایا۔ویسے اُسے پرندے کو مارتے ہوئے کچھ ہوتا تھا، شاید دُکھ ہوتا تھا۔ہاں گاگری جنگل میں بے ڈر جاتی تھی۔"(3)

گاگری اپنی ماں کے کہنے پر ایک دن شکار کوئی تو اُسے چیوا سے حاصل ہونے والااپنامردہ ہوتابچہ یادآگیااوراس نے بھوکڑ کا شکار ترک کر دیا اور خالی ہاتھ گھر واپس آگئی۔گاگری چیوا سے ایک اور بچے کی آس لیے ایک دن پا روشنی اور جھوریا کے ساتھ بھینسے کا شکار کرنے کے دوران ڈو بوٹی کے اندر مرگئی۔

کواسی:

کواسی گاگری کی بڑی بہن ہے وہ دو تین دفعہ بیاہی گئی لیکن اُس کے آلکس نے اُسے کسی کا ساتھ نہ نبھانے دیا اور مرد اُس سے دور بھاگنے لگے کہ یہ کوئی کام نہ کہہ دے۔وہ اپنی ماں کو پانی دینے کے لیے بھی نہ اٹھی اور اس کا بھائی گٹا اور بہن گاگری کام کاج سے واپسی پر ان کا کچھ انتظام کرتے۔

" کواسی اُس سے بڑی تھی اور اُس میں آلکس بھی بڑی تھی۔وہ اپنی چٹائی سے اُٹھتی تو پیٹ بھرنے کو یا خالی کرنے کو نہیں تو ٹانگیں پھیلائے لیٹی رہتی اور گٹا اُس کا جسہ رہاتے رہاتے تھک جاتا۔اس کا بعد کو اسی کا پھر سے بیاہ ہوا اور اب اُس کا بچہ قحط کی وجہ سے بھوکوں مر گیا۔"(4)

پکلی:

پکلی مٹی کے برتن بنانے والی کمہارن کا کردار ہے۔پکلی دو بیٹوں کی ماں ہے۔جو اُس کے ساتھ آہ و بکا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔درختوں کی ٹہنیوں سے برتنوں پر بوٹے لیکنے کی ماہر ہے۔برتن دیتے ہوئے وہ بھاؤ تاؤ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتی اور فصل آنے پر اپنا حق وصول کرتی ہے۔برتنوں کے ساتھ ساتھ وہ نئی نویلی دلہنوں کے ہاتھ پر رنگ کے ساتھ بوٹے لیکنے کی بھی ماہر ہے جن مرتبانوں میں بند کر کے مردہ جسم دریائے گا گرا کے پار بھیجے جاتے و ہو مرتبان بھی پکلی بناتی۔وقت کے ساتھ ساتھ پکلی کے منہ سے دانت نکلے جا رہے تھے اور اُس کا منہ پو پلا ہوا نظر آتا تھا۔ایک وقت میں پکلی کے تمام دانت اُس کے منہ سے نکل گئے اور وہ بالکل خالی ہو گیا۔قحط کے زمانے میں پکلی کا آوہ بھی ٹھنڈا رہتا وہاں کوئی بھی برتن خرید نے والا نہ تھا۔پکلی نے ڈورگا کے ساتھ مل کر دوبارہ سے آوارہ تیار کیا اور اُس میں گھڑے پکائے اور گھاگھرا کے کنارے ایک کے اوپر ایک کر کے رکھ دیئے۔ڈورگا اور پکلی کے درمیان طے تو یہ ہوا تھا کہ اس طرح رکھنے سے شاید گھروں کے لیے پانی گھاگھر میں آجائے لیکن یہ تو محض پکلی کا بہانہ تھا وہ ان ٹوٹے ہوئے گھڑوں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہنا چاہتی تھی کہ جب زمانے گزر جائیں گے تو ان ٹھیکریوں کو دیکھ کر کسی کے ذہن میں ان کے بنانے والے کا خیال ضرور آئے گا۔

"نہیں بھریں گے۔۔۔ پکلی بولی میں نے گھڑے اس لیے تو نہیں بنائے کہ ان میں پانی بھرے گا۔۔۔کہاں سے بھرے گا۔۔۔ وہ تو گم ہوا اور ساتھ میں میں اس بستی کو بھی لے گیا۔۔۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بڑے سجاؤ سے بات کرتی تھی۔۔۔ تو اپنی چار دیواری میں بند تھا اور تو نے دیکھا نہیں کہ میں نے اس

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

بار جو دن رات ایک کر کے ان گھڑوں پر بیل بوٹے الیکے ہیں، مور کے پر اور مچھلی کے چانے بنائے ہیں اور پیپل کے پتے اور پھول سجائے ہیں تو نے دیکھے نہیں "(5)

پکلی نے نہایت محنت سے بوٹے الیکے ہر گھڑے پر علیحدہ علیحدہ بیل بوٹے الیکے ان کو دریا کے کنارے رکھا اور اُس کے بعد اپنے آوے کے اندر ہی اس جہان سے گھاگھرا کے پانیوں کی طرح چلی گئی۔ڈورگا نے اس کو بے جان ہوئے دیکھا۔

ماتی:

ماتی نے پاروشنی کو پالا اپنے خاوند کے افسوس میں دریا کے کنارے بیٹھی تھی تو پاروشنی کو بہتے ہوئے پایا تو اُسے پکڑ کر گھر لے آئی اپنے تینوں جھور یا بیٹوں کے ساتھ اُسے پالا۔

ناول"راکھ":

یہ ناول تقسیم بنگال کے واقعے پر مشتمل ہے۔اس سے پیچھے ملک کے حالات و واقعات کا تذکرہ ہے۔90 کی دہائی میں لکھا گیا ایک اہم ناول ہے۔

بر گیتا:

مشاہد علی مشبل کی کرسچن بیوی جو کہ پیدائشی طور پر پاکستانی ہے لیکن اُس کی پرورش یوٹے بورگ میں ہوئی۔اُسر گیتا کا باپ غربت اور بہت زیادہ بچے ہونے کی وجہ سے اُسے ایک پادری کے حوالے کر گیا جو اسے اپنی بیوی کے ساتھ سویڈن بوٹے بواگ میں لے گیا۔

مشاہد علی مشبل اور بر گیتا کی عمروں میں کافی فرق ہے۔جب وہ شادی کے بندھن میں بندھے مشاہد بڑھاپے کی دہلیزپر قدم رکھ رہاتھااور بر گیتا ابھی جوانی کے عالم میں تھی۔

" بر گیتا میں سویڈش پن بہت تھا، وہ تقریباً کچے گوشت کے ٹھنڈے سینڈوچ بناتی تھی اور انہیں نگلا جا سکتا تھا۔"(6)

بر گیتا ایک خوبصورت جسم کی مالک عورت ہے۔اُس کے جسم میں ایک خاص قسم کی کشش محسوس ہوتی ہے۔

"کوئی بھی معنی ہوں۔۔۔ لاہور تو۔۔۔ لاہور ہے۔بر گیتا ہنسی۔۔۔ اگر چہ وہ شلوار قمیض میں تھی لیکن اُس کا آبنوسی بدن دسمبر کی اُس پیلی دھوپ میں کپڑوں سے الگ ہوتا تھا۔ایک جانور کی طرح اسے تڑواتا۔۔۔ زور لگاتا۔۔۔ الگ ہوتا تھا۔" (7)

بر گیتا جب پاکستان سے بوٹے بواگ گئی تو وہاں کے لوگوں کے لیے وہ ایک اپسر اتھی ہر گھر کے لوگ راڈنی این برگ سے فرمائش کرتے کہ کرسمس کے روز بر گیتا کوان کے گھر بھیج دیا جائے۔لیکن راڈنی اس کے لیے بھی بھی تیار نا ہوتا۔بر گیتا سویڈش ہونے کی وجہ سے اُردو اور پنجابی بہت کم جانتی تھی۔مشاہد اور بر گیتا شادی کے بعد جب لاہور منتقل ہوئے تو اُن کے ہاں بہت دیر تک اولاد نہیں ہوئی۔مشاہد بر گیتا کی تمام ضروریات کا خیال رکھتا رہا۔بر گیت بر ہنہ پانی میں تیرا کی پسند کرتی تھی اور وہ کر سکے روز اُس کا یہ شوق پورا کرنے کے لیے بھی لے جاتا۔ بر گیتا اگر چہ مشاہد کے بارے میں زیادہ شکی مزاج عورت نہیں تھی لیکن مشاہد اس کے علاوہ جب بھی کسی اور سے اظہار محبت کرتا تو اُسے ایک بے نام سی جلن ہوئی خواہ وہ مشاہد کا چھوٹا بائی کیپٹن مردان ہی کیوں نہ ہو۔شاید وہ اس احساس کم تری کاشکار تھی کہ جو خوشی اُسے مردان دے سکتا ہے وہ خوشی بر گیتا مشاہد کو نہیں دے سکتی۔

"مشاہد پھر دل کھول کر سہنا اور اُس کی آواز درختوں کے جھنڈ سے پرے طویل کمرے کے اندر تک گئی۔جہاں بر گیتا نے اُسے سنا اور وہ جانتی تھی کہ جو خوشی مردان اُس کے خاوند کو دیتا تھا وہ اس کے نصیب میں نہ تھی لیکن وہ مردان سے جیلس نہیں تھی۔"(8)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

برگیتا چاہتی تھی کہ مشاہد جس کے ساتھ بھی خوش گوار لمحات گزارے اُن میں برگیتا کا حصہ بھی موجود ہو لیکن جب وہ محسوس کرتی تھی کہ مشاہد اُس کے علاوہ بھی کسی کے ساتھ خوشی محسوس کرتا ہے تو وہ بر محسوس کرتی تھی۔

"دونوں بننے لگے، ایسے کہ اور کوئی نہ ہو جیپ ساکن ہو، ہوا بند ہو، اور کوئی نہ ہو۔ وہ دونوں بننے گے اور برگیتا کو برا لگا اور اُسی لمحے اُن دونوں کو احساس ہوا کہ ایک تیسرا بھی ہے۔"(9)

برگیتا ہر وقت مشاہد کے ساتھ اپنی موجودگی کو محسوس کرنا چاہتی تھی اور جب اُسے محسوس ہوتا تھا کہ اُسے نظر انداز کیا جارہا ہے تو اُسے سبکی محسوس ہوتی تھی۔

برگیتا کے ذہن میں یہ انتشار ضرور تھا کہ وہ بوٹے بواگ میں پرورش پانے کے باوجود یہاں پاکستان میں رہنے والی عیسائی برادری کا ہی حصہ ہے۔مردان کا ''میری کرسمس ہیں۔'' کہنے والی عورتوں کا ذکر کرنا اور بھنگیوں کا ذکر کرنا اگر چہ اُسے بُرا نہیں لگا لیکن ایک احساس ضرور ہوا کہ میں سویڈش پرورش پانے کے باوجود کیا ان ہی لوگوں کا حصہ ہوں۔

" برگیتا نے مشاہد کی جانب دیکھا۔وہ سامنے چیئرنگ کر اس کے چوک کی طرف دیکھتا جیپ چلا رہا تھا۔کیا میں اُن لوگوں میں سے ہوں؟ برگیتا نے سیاہ فام منی بچوں کے ایک گروہ کو دیکھا جو آئس کریم کے ایک ٹھیلے کے آس پاس کھڑے تھے۔وہ بہت زیادہ صاف نہیں تھے لیکن ان سب کے کپڑے نئے تھے اور بے حد شوخ تھے ، اُن کی بھی کرسمس تھی .. کیا میں واقعی ان لوگوں میں سے ہوں؟"(10)

مشاہد کی بہنیں برگیتا کو بنجر ہونے کا طعنہ دینے پر کرسمس آتی تھیں لیکن ایک دفعہ برگیتا نے انتہائی بے باک اور عام سے انداز میں اُن کو باور کروا دیا کہ اُن کے والدچوھدری اللہ داد کی آل کے خاتمے کی وجہ برگیتا نہیں ہے۔

برگیتا بچوں کی کمی خود بھی محسوس کرتی ہے اور اس چیز پر اسے پچھتاوا ہے کہ جو بھی کام اللہ کی قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں سے الگ ہوتا ہے۔وہ انسان کے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

برگیتا ایک نڈر عورت ہے اور اُس کے اندر بے باکی جھلکتی ہے۔وہ اپنے دیور مردان کے ساتھ لاہور کی ہیرا منڈی جانے سے بھی نہیں گھبراتی اور مشاہد کے دوست جو ایک مجرا کرواتے ہیں۔اُس میں بھی بے جھجک چلی جاتی ہے۔زاہد کا لیے کی زبانی اسے جو گالی سنے کو ملتی ہے وہ اُسے بھی بار بار دہراتی ہے۔اُسے ننگے بدن کھلی ہوا میں چلنے پھرنے کا شوق ہے۔شاہد کو جب برگیتا ملی تو اس کے خیالات اپنی عمر کے لحاظ سے بالکل ایسے تھے جیسے بیٹیوں کے لیے ہوئے ہوتے ہیں۔لیکن اُس کی سوچ کا دھارا یکدم بدل گیا اور اُس نے اُسے بیوی کے روپ میں قبول کر لیا۔

"یہ وہی چیتھڑا ہے پچیس برس پہلے کا ظفر علی روڈ کی رات میں برستی بے آواز بارش میں ایک بے حیثیت گیلی مونچھوں والے شخص کی اولاد کی وہی اُس کے سامنے ہے جسے وہ دیکھتا چلا جا رہا ہے۔ایک بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں .. وہ اٹھا اور اُس کی جانب بڑھا اپنا ہاتھ کسی پنجابی بزرگ کی طرح آگے گئے اُس کے سر پر پیار دینے کے لیے کہ اس عمر کی لڑکیوں کو ایسے ہی شفقت اور بزرگی سے پیار دیتے ہیں اور پھر وہ رک گیا۔اس کے جذبات کا دھارا بالکل مخالف سمت کو بہہ رہا تھا۔وہ رک گیا۔ (11)"

برگیتا کا سراپہ سویڈش لوگوں کے لیے بالکل نیا تھا جب اُس نے وہاں اپنی زندگی کے پچیس سال گزارے برگیتا ایک بوٹے بورگ میں سیاہ رات جیسی وہ بچی جس کے تین نقش مسٹرومنگولائڈ تھے ایک عجوبہ تھی۔

شوبھامردان:

شوبھا مردان کیپٹن مردان کی بیٹی ہے۔شوبھا کی ماں بنگالی عورت تھی اور شو بھا کہ اندر بھی بنگالی حسن کی تمازت موجود ہے۔کچے ناریل کی مہک اُس کے بالوں سے نہیں جاتی اور اُس کا باپ کیپٹن مردان اُس کا بنگالی پن زائل بھی نہیں ہونے دیتا۔

شوبھا میڈیکل کے فائنل ایئر کی سٹوڈنٹ ہے۔شوبھا کے باپ کیپٹن مردان کا شو بھا کے ساتھ جذباتی حد تک لگاؤ ہے اور وہ اُس کا ذکر بھی انتہائی جذباتی طریقے سے کرتا ہے۔

پاکستان میں بنگالی لوگوں کی کوئی پہچان نہیں تھی۔اُن کو تلیر ڈھگا اور علاقائی نسبت سے کسی نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔ میڈیکل کے تجربات کرتے وقت جب اُس کے سب ساتھی آغا خان میڈیکل یونیورسٹی کی لیبارٹری میں اپنی شناخت سے لطف اندوز ہوتے تھے تو شو بھا بے چینی کی کیفیت میں اس بات کے لیے فکر مند ہوتی تھی کہ ہر کوئی اپنی علاقائی پہچان رکھتا ہے لیکن میری یہاں مغربی پاکستان میں کوئی پہچان نہیں۔

"ذرا سب لوگ ادھر پلٹ پڑیں۔برا تو مجھے لگتا ہے۔شو بھا مسلسل دائیں سے بائیں جھولنے کے انداز میں سر ہلا رہی تھی سب کی شناخت ہو گئی لیکن میں کہاں ہوں ... شو بھا مردان کون ہے اور کہاں ہے۔"(12)

اُس کے ساتھی بھی اُسے اپنی طرح پاکستانی ماننے سے انکاری ہیں۔اُس کی شناخت کے بارے میں جب وہ سب چپ چاپ بات کو پلٹنا چاہتے ہیں وہ تب بھی اپنی شناخت چاہتی تھی لیکن کوئی بھی اُسے اپنے آپ میں سے تسلیم کرنے پر رضامند نہیں تھا۔

"شو بھا اب بھی کسی ملنگ کی طرح جھومنے کے انداز میں دائیں سے بائیں سر ہلائے چلی جارہی تھی میں نے گزار کی تھی کہ سب لوگ میری جانب ذرا پلٹ پڑیں۔سب کا فیصلہ ہو گیا لیکن میں منتظر ہوں۔"(13)

مشائلہ:

پادری راڈنی ایز برگ المعروف لپو کی بیوی مشائلہ جس کے ہاں اپنی کوئی اولاد نہیں۔ہر گیتا کو یہ جوڑا گود لیتا ہے اور مشائلہ بر گیتا کی منہ بولی ماں بن جاتی ہے۔مشائلہ شراب کی رسیا ہے اور وہ منشیات کی عادی بھی ہے۔

"مشائلہ سیکنڈے نیو پن بھرے بدن، سنہری بالوں اور بے باک مسکراہٹ کا حسن تھی اُس کے گالوں پر جولائی تھی وہ وائن کی کم اور کھلی فضا میں کام کرنے والی کھیت عورتوں کی زیادہ تھی۔وہ موٹاپے سے ذرا جہاں ادھر جنس کہتی ہے کہ بس ریل ایل جا امت ... بس ذرا ادھر تھی لیکن سیکنڈے نیوین اخلاقیات سے کوسوں دور تھی۔ وہ با قاعدہ ایک گھر یلو اور با عصمت قسم کی دوشیزہ تھی یعنی شادی سے پہلے تک کیونکہ وہ دہلی میں متعین ایک سویڈش مشنری کی اکلوتی اولاد تھی اور چرچ کے برآمدوں میں پلی بھی تھی اور بڑھی بھی تھی۔"(14)

مشائلہ راڈنی سے شادی کی غرض سے ملنے جب لاہور آئی تو مشاہد راڈنی کا دست راس تھا اور مشائلہ کو دیکھ کر راڈنی کی قسمت پر رشک کرنے کے علاوہ اُس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا اور اُس نے مشائلہ کے حسن کا اعتراف راڈنی کے سامنے بھی کیا۔مشائلہ دہلی میں چرچ ویڈنگ کے باوجود اپنے شوہر کے ساتھ لاہور منتقل ہو گئی اور وہاں اخلاقیات اور سچ یا حقیقت سے نا واقف لڑکی اس جگہ قیام پذیر ہوگئی۔

باجی بلقیس اور باجی بایاں:

مشاہد کی بہنوں کے نام ہیں۔ناول میں ان کا کردار بھی نہایت مختصر ہے۔لیکن نند بھا بھی کی نوک جھونک ان دونوں کرداروں کی مدد سے واضح کی گئی ہے۔ہر گیتا سے اولاد کے موضوع پر گفتگو ہو یا گر مشاہد بے اولا در ہتا ہے تو سات کروں والی کوٹھی پر اپنا قبضہ قائم کرنے کی سعی ہو۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

آنٹی بابر:

آنٹی بابر کو کردار بھی مختصر ہے۔وہ ایک آرمی آفیسر ظہیر الدین بابر کی بیوہ کے روپ میں سامنے آتی ہیں جن کے ساتھ ان کی جوانی کو پار کر چکی بن بیاہی بیٹیاں رہتی ہیں۔ظہیر الدین بابر کواے کی جنگ کے دوران اُن کے گھر میں مار دیا گیا۔اُن کی بیٹیوں کی عصمت دری کی گئی۔آنٹی بابر جو شوہر کی زندگی میں ایک شاہانہ اور مضبوط زندگی گزار رہی تھیں۔ان حالات نے اُن کو مخبوط الحواس بنادیا اور زندگی کے آخری ایام میں وہ کسی بھی وقت کسی بھی جگہ سونے پر اکتفا کر سکتی ہیں۔وہ فارگٹ فل سی عورت اکثر اپنے سامنے شو ہا اور مرد انکو پا کر یہ بھول جاتی کہ یہ باپ بیٹی ہیں وہ ان کو ایک نو بیاہتا جوڑا اتصور کرتیں۔

" اور چائے کے آخری گھونٹ کے ساتھ حسب معمول بیگم با بر اندر آ گئیں وہ ایسے آئیں جیسے ایک نا بینا شخص احتیاط سے ہاتھوں سے دیکھتا ہوا اور آوازوں پر کان دھرے چلتا آتا ہے۔وہ خاصی طویل قامت تھیں لیکن ان کی فربہی نے اُن کا قد پھیلا دیا تھا۔اُن کی رنگت بہت ستھری اور سفید تھی۔عینک کا شیشہ اتناد پیر تھا کہ اُن کی آنکھوں کی بجائے صرف پتلیاں کی حرکت کرتی نظر آتی تھیں۔ساڑھی ان کی جوانی میں فیشن ایبل لباس سمجھا جاتا تھا اب اور جب کہ یہ متروک ہو رہی تھی۔بیگم باہر کو بھی کسی اور پہناوے میں نہیں دیکھا گیا تھا۔"(15)

بیگم بابر ماہ و سال کے گزرنے اور عمر کے بڑھنے کے باعث یکدم فارگٹ فل ہو جائیں اور کچھ عرصہ یا بالکل کچھ لمحے پہلے ہونے والے واقعات تک یاد نہ رکھ پاتی۔بیگم بابر اپنے وقت میں مضبوط حواس کی حامل عورت تھیں۔۔اُن کے نزدیک سٹیٹس اور وقار بہت معنی رکھتا تھا اور وہ اُس وقت جب نازنین اور عارفین جواں تھیں۔مردان جیسے مڈل کلاس لڑکے سے ان کی شادی کرنے کے حق میں نہ تھیں۔ایک دن میں بیگم بابر کبھی اپنی پور میں کھڑی گاڑیوں کو ماش کرواتیں اور کبھی نازنین اور عارفین کے لیے بنائے گئے جہیز کی چیزوں کوترتیب دیتیں اور ان کو صاف ستھرا کر کے رکھتیں۔

نازنین بابر:

نازنین بابر ظہیر الدین بابر کی بیٹی اے ء کے فساد میں اُس کی عصمت دری کی گئی لیکن جوانی کے جوش میں ایک خوش شکل اور اپنے لباس پر توجہ دینے والی لڑکی تھی۔شادی کی عمر گذر چکنے کے باوجود بھی ابھی اُس کے اندر کی شائستگی اور نفاست نہیں گئ تھی۔

نازنین بابر کی چال میں نازی فوجیوں جیسی روانی تھی۔اپنی بہن کے ساتھ چلتی وہ ایسے ہی محسوس ہوتی تھی کہ جیسے فوج کی طرح کسی تسلسل اور تواتر سے پریڈ کر رہی ہے۔ظہیر الدین بابر کا گھر مرجع اخلاق تھا لیکن اے ء کے فسادات میں اُن کی بیٹیوں سے بھی حب الوطنی کا خمیازہ بھگتو ایا گیا اور وہ بھی اس جنگ کی زد میں آگئیں۔

"نازنین باتھ روم میں پڑی تھی۔جب کے اندر۔اور اُسے بھی حب الوطنی کے جذبے سے سرشار کر دیا گیا تھا۔ایک سبز پرچم لیکن چاند ستارے کو سرخ کرتا ہوا خون اس کا اپنا تھا۔"(16)

نازنین اپنی بہن کے ساتھ ماں کی موت کے بعد مردان کی بیرک میں رہائش پذیر ہوگئی۔اُس کی زندگی ساکت و جامد ہی رہی بڑی بہن کی طرح وہ اکیلی ہی زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔

عارفین بابر :

ظہیر الدین بابر کی بڑی بیٹی عارفین با بر ایک نفیس سادہ اور سلجھی ہوئی لڑکی کیپٹن مردان خان کو پسند کرتی تھی۔لیکن اُس وقت اُس کی ماں آنٹی با بر اسٹیٹس کی وجہ سے کسی مڈل کلاس لڑکے سے اُس کی شادی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔اُس کے بعد اے ۱۹ء میں جب اُس سے اُس کے باپ کی حب الوطنی کا بدلہ لیا گیا۔تو وہ ماں کے ساتھ کراچی میں رہائش پذیر ہوگئی۔اور یہاں بھی شہبا چھوٹی بہن اور ماں کے ہمراہ

زندگی گزارتی رہی لیکن مردان کے ساتھ وابستگی نہ بھولی۔عارفین کی چال ڈھال میں ایک وقار ادا اور خوبصورتی تھی جو جوانی کے بعد ٹین ایج میں بھی کم نہ ہوئی۔کیپٹن مردان کو عمر کے اس حصے میں بھی آ کر جو کچھ عارفین کے ساتھ ہوا وہ نہ بھولتا تھا۔اور اُس سے اُسے جس طرح برہنہ حالت میں وطن کی محبت کا قرض کرتے دیکھا وہ عارفین کے کسی بھی وقت سامنے آنے پر اُس کی آنکھوں کے سامنے اقصاں ہو جاتا تھا۔اور وہ شرمندگی اور مجالت محسوس کرتا تھا۔

مسز برٹن:

انگلینڈ میں بابو کی لینڈ لیڈی مسز برٹن اپنے ظاہری حلیے سے گندگی کا نمونہ نظر آنے والی عورت ہے۔لیکن اُس کے دل میں دوسروں کے لیے بے پناہ محبت اور درد دل موجود ہے۔بابو اُس کی گندگی کے باوجود اس کی اچھائی کی وجہ سے اُسے مائی بیوٹی کہہ کر پکارتا۔اگر چہ اُس کو برس یا برس غسل خانے جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔کیونکہ انگریز ٹوائلٹ پیپر استعال کرتے ہیں۔اُس کے اندر کی اچھائی اور صاف ستھر اول اُس کی ظاہری وضع قطع سے بالکل مختلف تھے۔وہ بابو کے ساتھ بھی انتہائی خوش اخلاق اور پیار سے پیش آتی اور اُس کے سارے کام نمٹاتی اور اس کے بعد دوسرے لوگوں کے کام بھی آتی۔بوڑھی ہونے کے باوجود وہ صحت مند اور پھر تیلی تھی ، ہر دم چوکس نظر آتی۔وہ اپنے بارے میں قدرے لا پرواہ تھی لیکن دوسروں کے کام آنا اس کی سرشت میں شامل تھا۔

> "پس وہ قدرے لا پرواہ ہے اپنے بارے میں۔لیکن لوگوں کی دل و جان سے پرواہ کرتی ہے۔ مجھے ناشتہ سرو کر کر کے گلی میں نکل جاتی ہے اور ہر گھر میں جھانکتی ہے کہ کوئی کام تو نہیں۔کبھی کسی کے قالین کی ڈسٹنگ کر دی، کبھی کسی لاچار جوڑے کے برتن دھو دیئے شاپنگ میں مدد کر دی کبھی کسی کے لان کی گھاس کاٹ دی ہے" (17)

چاہے اُسے اپنی پرواہ نہیں۔لیکن دوسروں کے کام آنا اور دل کی خوبصورتی مسز برٹن کا خاصہ ہے۔

نوراں:

نوراں ایک طوائف کا کردار ہے۔جواب بوڑھی ہو چکی ہے۔اور وہ مشہور طوائف دارو کی پوتی ہے۔نوراں کے کردار میں طوائف اب زوال کی علامت ہے اور شاہ عالمی میں اپنے پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لیے گرگا بیاں بناتی ہے۔جوانی میں نوراں کوئی عام طوائف نہیں تھی۔وہ صرف کسی ایک مرد کے لیے ناچتی تھی۔مشاہد نے جب اُس کے سامنے برگیتا سے شادی کا اظہار کیا تو جلن کے مارے اُس نے اُسے چوڑی سے شادی کرنے سے منع کیا۔شاید اس عمر میں بھی نوراں کو ملنے جاتا اور ایک دفعہ اپنی بیوی برگیتا کو بھی ہمراہ لے گیا۔اُس کے سامنے نوراں نے بالکل ایک رقیب کی طرح اپنی جلن اور حسد کا اظہار کیا۔نوراں مشاہد کو مسن مندر کا دیوتا جاتی تھی۔برگیتا نے جب اُس کے کمرے کے متعلق دریافت کیا کہ یہ تو چھوٹا ہے۔تو وہ اپنے زخم میں بولی۔

> "دارو عام طوائف تو نہیں تھی۔نوراں نا راضگی سے بولی مجرا تو نہیں کرتی تھی۔صرف ایک مخص کے لیے ناچتی تھی۔تو ایک ناچنے والی کے لیے اور ایک دیکھنے والے کے لیے کیا یہ کمرہ اور بالکونی کافی نہیں (18)"۔

نوراں اُسی مشہور طوائف دارو کی پوتی ہے جس کا رقص صرف مہاراجہ کے لیے تھا اور نوراں کو یہ زعم ہر کسی کے سامنے ہمیشہ رہتا تھا۔

اگر چہ اُس کی بڑھاپے کی زندگی گرگا بیوں کو ایڑیاں لگانے گزرتی تھی اور صرف مشاہد تھا جو اس کی دلجوئی کو بھی کبھار آتا تھا۔

مسزے فیلڈ :

مسزے فیلڈ انگلستان میں مشاہد کی لینڈ لیڈی کے طور پر ناول میں وارد ہوتی ہیں۔ایک سلیقہ شعار خاتون اگر چہ اصول اور ضابطے کی پکی ہیں۔

نور الھدیٰ:

بچہ برادری کی ایک رکن شو بھا کی میڈیکل کلاس فیلو ایک سلجھی ہوئی لڑکی کے طور پر نظر آتی ہے۔یہ کردار ناول میں بہت مختصر عرصے کے لیے نظر آتا ہے۔

صباحت بیگم:

آغا خان میڈیکل یونیورسٹی میں شوبھا کی ایک اور کلاس فیلو ایک شوخ اور چنچل لڑکی جو بات کرتے ہوئے اس طرح محسوس ہوتی جیسے زبان سے پٹالہ بجارہی ہو۔

سمیعہ:

لکشمی مینشن میں رہنے والی ایک خوبصورت بھری بھری سی کشمکش لڑکی جو مشاہد علی سے بچپن اور لڑکپن کی ایک جذباتی محبت کرتی ہے۔ سمیعہ خود مشاہد سے اظہار محبت کرتی ہے لیکن مشاہد ابھی تک اُسے باجی ہی سمجھتا ہے اور وہ اس انکشاف پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اُس سے محبت کا اظہار کرتی ہے۔خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ایک دن یہ خط منٹو صاحب کے ہاتھ لگ جاتا ہے۔منٹو صاحب مشاہد سے استفسار بھی کرتے ہیں۔سمیعہ ایک زندہ دل اور بہادر قسم کی لڑکی کا کردار ہے۔وہ مشاہد کی بہنوں کی سہیلی بن کر اُس کے گھر آتی ہے۔اُس کی بہنیں اُسے باجی کو چھوڑ کر آنے کا کہتی ہیں لیکن وہ فلیٹ کی باون سیڑھیوں کے درمیان اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پیاری سمیعہ کہنے پر مجبور کرتی ہے۔

"آپ تو میری باجی ہیں۔اُس نے گھگھیا کر کہا۔
"اوئے نہیں کوئی نہیں میں تمہاری باجی
شاجی کونسی جماعت میں ہو؟"
"نویں میں باجی"
"نو میں آٹھویں میں ہوں۔تم سے چھوٹی ہوں کہوناں پیاری سمیعہ "
اس دوران اوپر سے کسی کی سیڑھیوں سے اُترنے کی آواز آئی اور سمیعہ نے جلدی سے اُس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک کچھا بجھا لکڑ اٹھا کر کہا " جان جواب ضرور دینا .....
عشقیہ محیط و کتابت جاری ہوگئی۔اور کئی ماہ تک جاری رہی۔محط کبھی کسی اینٹ کے نیچے اور کبھی چھوٹے مردان کے ہاتھ۔"(19)

سمیعہ کا کردار ناول میں ایک مختصر عرصے تک موجود نظر آتا ہے۔جو نہی ناول کی کہانی آگے بڑھتی ہے۔یہ کردار بھی منظر نامے سے غائب ہو جاتا ہے۔

چاچی لابیاں:

چاچی لابیاں کا کردار ایک مختصر ترین وقت میں نمودار ہوتا ہے جب چوہدری اللہ داد کا خاندان لاہور کے حالات کے پیش نظر اپنے گاؤں کی طرف نقل مکانی کرتا ہے اور چاچی لا بیاں ایک سگھڑ جٹی کی طرح اُن کا استقبال کرتی ہے اور گاؤں کی دیسی خوراک سے اُن کا تناول کرواتی ہے۔

صفیہ آپا:

صفیہ آپا کا کردار بھی مختصر عرصے کے لیے ناول میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔صفیہ آپا ایک حقیقی کردار ہیں۔سعادت حسن منٹو (ایک مشہور افسانہ نگار) کی بیوی کا کردار ناول میں واضح کیا گیا ہے۔کثرت سے نوشی کے باوجود سعادت حسن منٹو کے لیے رات گئے تک جاگنا اور اُن کی طرف صفیہ آپا کی رغبت ایک مضبوط مشرقی عورت کا عکس پیش کرتی ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حوالہ جات

1۔ مستنصر حسین تارڑ۔ بہاؤ۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ 2001۔ ص20

2۔ ایضاً۔ ص118

3۔ ایضاً۔ ص39

4۔ ایضاً۔ ص39

5۔ ایضاً۔ ص249

6۔ مستنصر حسین تارڑ۔ رکھ۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ 2015۔ ص12

7۔ ایضاً۔ ص306

8۔ ایضاً۔ ص31

9۔ ایضاً۔ ص35

10۔ ایضاً۔ ص35

11۔ ایضاً۔ ص396

12۔ ایضاً۔ ص133

13۔ ایضاً۔ ص134

14۔ ایضاً۔ ص321-322

15۔ ایضاً۔ ص455

16۔ ایضاً۔ ص148

17۔ ایضاً۔ ص298

18۔ ایضاً۔ ص33

19۔ ایضاً۔ ص84